ٹیلیفون نمبر ۴۴۹

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

رجسٹرڈ نمبر
ایل - ۵۲۵۴

جلد ۳۵/۷۰
نمبر ۱۸۴
قیمت
۵۵ پیسے

جمعرات
۱۲ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ
۱۳ر ظہور ۱۳۶۰ ہش
۱۳ر اگست ۱۹۸۱ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

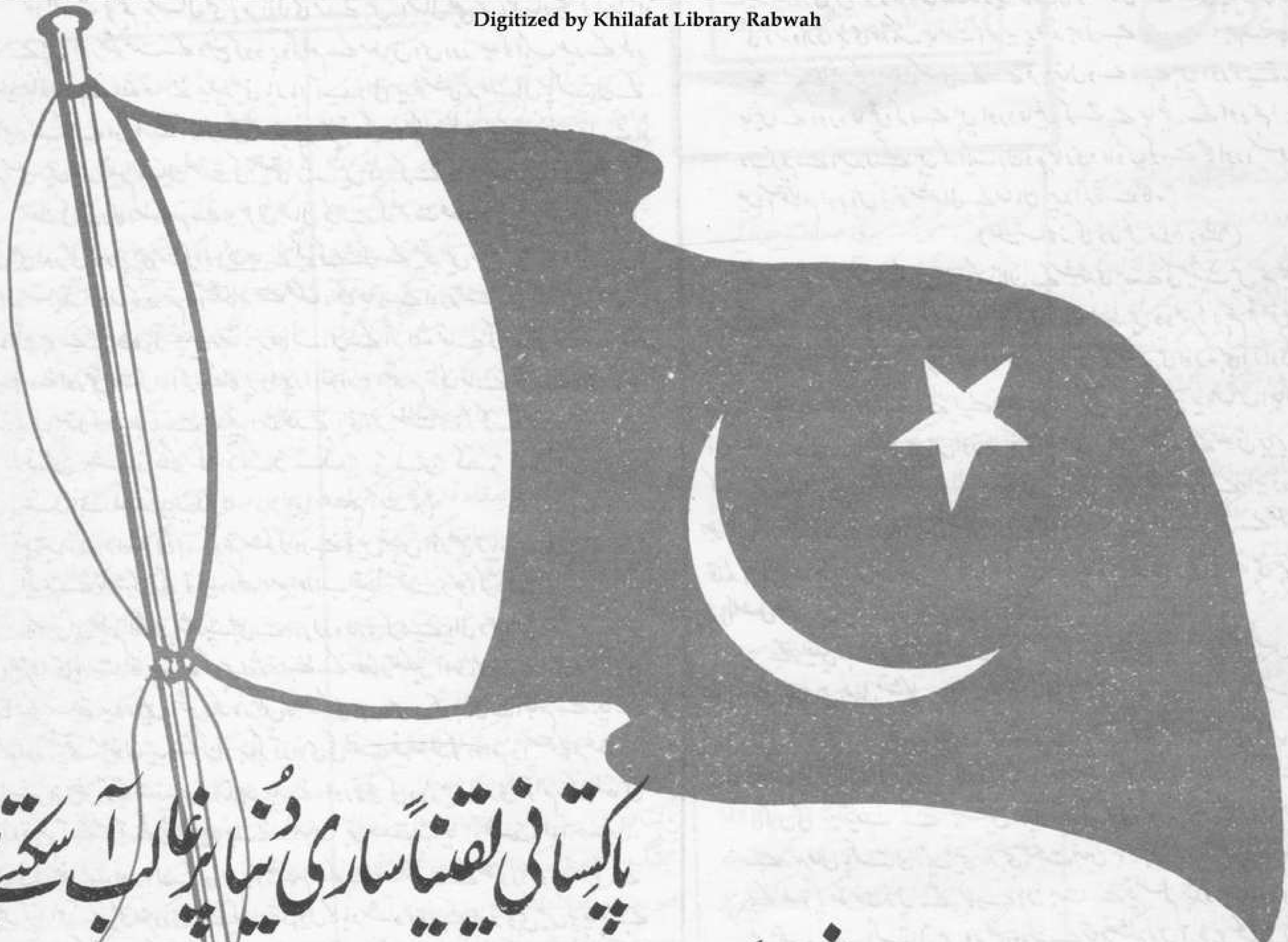

ہم ایک ریاست کے مساوی باشندے ہیں

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے ارشادات

"میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ اب آپ ایک خود مختار قانون ساز مجلس کے ارکان ہیں۔ آپ پر بڑی نازک ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ حکومت کا پہلا فرض نظم و ضبط قائم رکھنا ہے تاکہ لوگوں کے جان و مال، عزت اور مذہبی عقائد کا تحفظ ہو سکے۔ اس وقت جو بڑی لعنتیں مسلط ہیں ان میں رشوت اور بے ایمانی بھی شامل ہیں۔ ہمیں ان کے فولادی پنجے کو توڑنا ہے۔"

"ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے۔ یہاں ایک فرقے یا دوسرے فرقے میں کوئی تمیز نہ ہوگی یہاں ذات اور عقیدوں میں کوئی تمیز نہ ہوگی ہم اس بنیادی اصول کے تحت کام شروع کر رہے ہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔"

{ پاکستان کی مجلس دستور ساز کے افتتاحی اجلاس میں قائداعظم کا صدارتی خطبہ
۱۱ر اگست ۱۹۴۷ء افکار قائداعظم مصنفہ محمود عاصم مکتبہ عالیہ ایبک روڈ ص ۳۵۵ تا ص ۳۵۸ }

پاکستانی یقیناً ساری دنیا پر غالب آ سکتے ہیں

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات عالیہ

"اگر ہم ابراہیمی روح اپنے اندر پیدا کر لیں اور پاکستان کی خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنا قبول کر لیں تو وہ یقیناً دنیا پر غالب آ سکتے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ میری بیوی اور بیٹے کا کیا بنے گا اسی طرح پاکستانی یہ خیال نہ کریں کہ اگر وہ مر گئے تو ان کے بعد ان کے بیوی بچوں کا کیا حال ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خدا تعالیٰ نے اپنی بیوی اور اکلوتے بیٹے کو ایک بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑنے کا حکم دیا تھا تو آپ نے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ خدایا انہیں وہاں کیا خرچ ملے گا بلکہ آپ نے بغیر کوئی سوال کئے خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور کہا کہ اگر وہ بھوک سے مرتے ہیں تو بیشک مریں دھوپ میں جلتے ہیں تو بیشک جلیں میں نے خدا تعالیٰ کا حکم پورا کرنا ہے اگر پاکستانیوں کے اندر بھی یہی روح پیدا ہو جائے کہ ان کے بیوی بچے مرتے ہیں تو مریں وہ وطن کی حفاظت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے تو دیکھو کس طرح کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔"

{ خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ ۱۹ر جولائی ۱۹۵۶ء
بمقام ربوہ - الفضل ۱۰ر جون ۱۹۵۹ء }

پبلشر: مسعود احمد پرنٹر: سید عبدالحی مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دفتر روزنامہ الفضل دارالرحمت غربی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

۔۔ ۱۲ شوال ۱۴۰۱ھ

۔۔ ۱۳ ظہور ۱۳۶۰ ہش

آزادی کی نعمت اور اس کی حقیقی قدر

۱۴ اگست کو ہم ہر سال ہی یوم آزادی مناتے ہیں۔ امسال بھی ہم اس تاریخ کو یوم آزادی منا رہے ہیں اور حکومت کے وضع کردہ پروگرام کے مطابق اس روز سعید کو ایک عید کے طور پر منایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ عید یعنی بار بار آنے والی یہ خوشی ہم سب اہل پاکستان کے لئے مبارک کرے اور اسے آزادی کی نعمت غیر مترقبہ کی دائمی حفاظت کا پیش خیمہ بنائے اور یہ ہم سب میں اس عظیم الشان نعمت کی حقیقی رنگ میں قدر کرنے کی اہلیت پیدا کرتی چلی جائے۔

نعمت کی قدر کا اسلام نے یہ طریق بیان کیا ہے کہ نعمت عطا ہونے پر خدا تعالیٰ کا زبانی بھی اور عملی طور پر بھی شکر ادا کیا جائے کیونکہ شکر کے نتیجہ میں مزید نعمتیں عطا کی جاتی ہیں اور سابقہ نعمتوں کو دوام و استحکام سے ہمکنار کیا جاتا ہے اور رحمت کے چھننے یا اس میں کمی واقع ہونے کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔ برخلاف اس کے اگر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت پر شکر نہ کیا جائے اور حق شکر ادا کرنے کا پورا پورا التزام و اہتمام نہ کیا جائے تو ایسے لوگوں کو عذاب شدید میں مبتلا کر دیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ (ابراھیم آیت ۸)

ترجمہ:۔ (اے لوگو!) اگر تم شکرگزار بنے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (یاد رکھو) میرا عذاب یقیناً سخت (ہوا کرتا) ہے۔

اس میں عظیم الشان بشارت بھی ہے اور لرزہ طاری کر دینے والی وعید بھی۔ سو آج کے دن **پہلی ضروری بات** تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں اور اس سے کمال عاجزی اور تضرع کے ساتھ یہ دعائیں مانگیں کہ وہ ہمیں ناشکری اور اس کے ہولناک انجام سے بچائے رکھے اور حقیقی معنوں میں شکرگزار بنا کر آزادی کی نعمت غیر مترقبہ کو دوام و استحکام عطا فرماتا اور بیش از بیش ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ اور ترقی کی دوڑ میں دوسری اقوام کے بالمقابل ہمارا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

آزادی کی حفاظت اور اس کے دوام و استحکام کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور درد و الحاح سے دعائیں کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ وہی ہے اور وہی جس کو چاہتا ہے اس دنیا میں حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت واپس لے لیتا ہے، اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں خبردار فرمایا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (آل عمران آیت ۲۷)

ترجمہ:۔ تو کہہ اے اللہ جو سلطنت کا مالک ہے تو جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے غلبہ بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو یقیناً ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

اسی لئے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں بار بار اس امر کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ ہم اپنے عزیز وطن پاکستان کی آزادی کی حفاظت اس کی سالمیت اور روز افزوں ترقی و خوشحالی اور امن و انصاف کے دور دورہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں اور اس لئے کرتے رہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق کی وجہ سے اپنے مادر وطن کی حفاظت اور ترقی و خوشحالی کے لئے دعائیں کرنا ہم احمدیوں کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ مثال کے طور پر ایک جلسہ سالانہ پر دعاؤں کی پُرزور تحریک کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"تدبیر کے علاوہ خدا تعالیٰ سے پیار کا ایک زندہ تعلق رکھ کر ہم نے اپنے ملک کے لئے دعائیں کرنی ہیں اور اس کی خوشحالی کے سامان پیدا کرنے ہیں۔ تدابیر اپنی جگہ ضروری ہیں مگر دعاؤں کے ذریعہ ملک کی خوشحالی کے سامان پیدا کرنا اس کی ذمہ داری بڑی حد تک جماعت احمدیہ پر عائد ہوتی ہے ..... ہم نے پاکستان کے لئے دعائیں کیں، ہم اس کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں اور دیتے چلے جائیں گے اور دعائیں کر رہے ہیں اور دعائیں کرتے چلے جائیں گے اور ہم اپنے رب کریم سے امید رکھتے ہیں کہ ایک دن وہ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور اس ملک میں استحکام اور اس کی خوشحالی کے سامان پیدا کر دے گا۔"

(جلسہ سالانہ کی دعائیں ص۸۴ و ص۸۵)

ایک آزاد و خودمختار مملکت یعنی پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت میں ہم جملہ باشندگان پاکستان کا آزادی کی نعمت غیر مترقبہ کی حقیقی قدر کے سلسلہ میں **دوسرا اہم فرض** یہ ہے کہ ہم جملہ باشندگان ملک کے بنیادی انسانی حقوق نیز ان کی شہری اور مذہبی آزادی کا پورا پورا احترام کریں اور ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے ایسے حالات پیدا کریں کہ ان میں یہ احساس اجاگر رہے کہ وہ آزاد مملکت کے آزاد شہری ہیں اور بلا تفریق مذہب و ملت سب کے حقوق برابر ہیں۔ اور یہاں کوئی کسی کے حقوق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتا اور نہ کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ یہ وہ ضمانت ہے جو ہمیں آزادی دلانے والے نیز شخصی اور مذہبی آزادی کے سب سے بڑے علمبردار یعنی قائد اعظم نے بلا تفریق و امتیاز اس مملکت آزاد کے معرض وجود میں آتے ہی ہر شہری کو دی اور اس ضمن میں ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا:۔

"مجھے یقین ہے یہ (یعنی پاکستان کا آئین) جمہوری طرز کا آئین ہوگا جس میں اسلام کے بنیادی اصول متشکل ہوں گے ..... اسلام اور اس کی مثالیت نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے، اس نے انسانی مساوات، عدل اور ہر شخص سے منصفانہ برتاؤ سکھایا ہے۔ ہم ان درخشاں روایات کے وارث ہیں اور پاکستان بنانے والوں کی حیثیت سے ہمیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا پورا احساس ہے۔ بہرحال پاکستان ایک ایسی مذہبی مملکت نہیں ہوگا جس میں مذہبی پیشوا مامور من اللہ کے طور پر حکومت کریں گے۔ ہمارے ہاں بہت سے غیر مسلم ہندو عیسائی اور پارسی ہیں لیکن وہ سب پاکستانی ہیں وہ بھی دوسرے تمام شہریوں کی طرح **یکساں حقوق اور مراعات** سے بہرہ ور ہوں گے اور پاکستان کے معاملات میں کما حقہ کردار ادا کریں گے۔"

(فروری ۱۹۴۸ء از انگریزی کتاب "ظہور پاکستان" ص۴۵ منصفہ چوہدری محمد علی صاحب)

قائد اعظم پاکستان میں قائم ہونے والے نظام حکومت کے ضمن میں اسلام کے بنیادی اصولوں کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر آپ نے اس امر کی بھی وضاحت فرما دی کہ اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں تاکہ ان کے بارے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے اور بعد میں آنے والے انہیں کوئی اور معانی نہ پہنانے لگیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"اسلام سب انسانوں کے لئے انصاف، رواداری، شرافت، دیانت اور عزت کے اعلیٰ ترین اصولوں پر مبنی ہے۔ صرف ایک خدا کا تصور اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ **اسلام میں انسان انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مساوات، آزادی اور اخوت اسلام کے اساسی اصول ہیں۔**"

(کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

الغرض آزادی کی نعمت غیر مترقبہ کی حقیقی قدر کا تقاضا یہ ہے کہ اوّل ہم اس نعمت کے عطا ہونے پر زبان سے شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیشہ جھکے رہیں اور اس نعمت کی حفاظت کے لئے درد و الحاح سے دعائیں کرتے رہیں۔ دوسرے ہم اپنے عمل سے شکرگزار ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے شہری، شخصی اور مذہبی آزادی اور جملہ باشندگان پاکستان کے یکساں حقوق و مراعات سے متعلق قائد اعظم کی دی ہوئی ضمانتوں کو ان میں سرمو فرق لائے بغیر عملی جامہ پہناتے چلے جائیں اگر ہم ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ لَأَزِيدَنَّكُمْ کی بشارت پوری کرتا چلا جائے گا۔

اخبار احمدیہ

۔۔ ربوہ ۱۱ ظہور اگست، سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ "طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمدللہ"

احباب کرام التزام سے حضور انور ایدہ اللہ کی صحت و سلامتی اور خیر و عافیت کے لئے دعائیں کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہر لمحہ اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے آمین

۔۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت بلڈ پریشر میں اضافے اور کمزوری کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب کرام حضرت سیدہ موصوفہ کی صحت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کامل عطا کرے آمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاریخ پاکستان کا ایک دریں ورق

استحکامِ پاکستان کے لیے حضرت مصلح موعود کے بصیرت افروز اور تاریخی لیکچر

ملکی پریس کے آئینہ میں

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود (نور اللہ مرقدہٗ) نے نہ صرف مسلمانانِ برصغیر کے حقوق کی بازیابی اور تحریک پاکستان کے ولولہ انگیز جہاد میں بھرپور اور ناقابلِ فراموش حصہ لیا بلکہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آتے ہی استحکامِ پاکستان کی جدوجہد میں دیوانہ وار سرگرم عمل ہوئے اور اس سلسلہ میں آپ نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ پاکستان کے مستقبل کے بارہ میں ملک کے مشہور شہروں مثلاً لاہور، کراچی، پشاور، راولپنڈی، کوئٹہ اور سرگودھا میں معرکہ آراء لیکچر دیئے جن میں اہلِ پاکستان کو ان کی قومی اور ملکی اور دینی و اخلاقی ذمہ داریوں کی طرف نہایت پرشوکت انداز میں توجہ دلائی۔ اس دور کے حکمرانوں کو قابلِ قدر اور مخلصانہ مشوروں سے نوازا اور انہیں یقین دلایا کہ اگر حکومت اور عوام اپنے جدید تقاضوں سے اپنے عمل کو ہم آہنگ کرلیں تو اس نوزائیدہ حکومت کا شمار اقوامِ عالم کی صف اوّل میں ہوگا۔ ملّت کے اس بے مثال فدائی کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ان باتوں پر عمل کیا جاتا تو آج پاکستان کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

حضرت مصلح موعود کے ان شاندار لیکچروں کی صدارت ملک کی نامور شخصیتوں نے کی اور خراجِ تحسین ادا کیا اور محبِّ وطن پاکستانی پریس نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی خبریں شائع کر کے ان کا خلاصہ ملک کے کونہ کونہ میں پہنچا دیا۔

اس سلسلہ میں ملک کے بعض مشہور و بااثر اخبارات میں شائع شدہ صرف پانچ خبریں بطور نمونہ درجِ ذیل کی جاتی ہیں:۔

اخبار "نوائے وقت" نے لکھا:۔

"مشکلات حقائق پسندی پیدا کردینگی"

مرزا بشیر الدین محمود کی رائے:

لاہور۔ ۲ر دسمبر۔ مرزا بشیر الدین محمود نے کل مسٹر جسٹس محمد منیر کی صدارت میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ پاکستان اور پاکستانی عوام کو اس وقت گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ قوم میں حقائق پسندی پیدا کردیں گی جن کی مدد سے قوم کے لئے شاہراہِ ترقی پر گامزن ہونا آسان ہوگا۔

مرزا بشیر الدین نے پاکستان کی زرعی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے بیکار زمینوں کو فوراً آباد کرنے پر زور دیا۔ آپ نے کہا کہ لوہا کے علاوہ پاکستان کے پاس دوسری معدنیات موجود ہیں جن سے پاکستان اپنی ضروریات بوجوہ احسن پوری کرسکتا ہے اگر کوشش کی جائے بلوچستان میں اتنا پٹرول مل سکتا ہے کہ وہ ابادان کو بھی مات کردے گا۔ اسی طرح کوئلہ کی کانوں کے لئے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا۔

مرزا صاحب نے کہا کہ حکومت پاکستان کو جزائر نیک دیپ اور مال دیپ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جہاں مسلم آبادی کی اکثریت ہے اسی طرح پاکستان کو سالماتی قوت کے لئے ریسرچ بھی کرنا چاہیئے۔"

(نوائے وقت ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء صـ۵)

اخبار "سفینہ" نے اس لیکچر کی خبر حسبِ ذیل الفاظ میں دی:۔

"کشمیر کا مسئلہ پاکستان کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کشمیر کا انڈین یونین کے قبضے میں ہونا پاکستان کا ہر طرف سے محصور ہونا ہے اور اسے ایک اجیر کی حیثیت تک پہنچانا ہے جسے ہر وقت تباہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود امیر جماعتِ احمدیہ نے لاء کالج ہال میں ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا یہ میٹنگ دائرۂ معارفِ اسلامیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مسٹر جسٹس منیر اس کے صدر تھے۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے باشندوں کو کشمیر کی جنگِ آزادی جیتنے کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اس میں پاکستان کی نوزائیدہ ریاست کے استحکام اور دفاع کا راز ہے۔ کشمیر میں مجاہدین مشکل ترین حالات کے باوجود جنگ لڑ رہے ہیں انہیں گرم کپڑوں کی اشد ضرورت ہے اس کام کو آسان بنانے کے لئے گرم کپڑے انہیں بہت جلد پہنچ جانے چاہئیں۔

پاکستان کے سرحدی دفاع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ سرحدات کے قریب رہنے والے لوگوں کو فوراً مسلح کردینا چاہیئے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ آبادی کے تمام طبقوں میں تنظیم اور ضابطہ کی ایک روح پھونک دی جائے۔

آپ نے پرزور تائید کی کہ ملک کی زراعت کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے اس کے پاکستان میں بہت زیادہ امکانات ہیں۔ شاہ پور جھنگ۔ مظفر گڑھ کے اضلاع اور شمال مغربی صوبہ سرحد کے چند اضلاع اور سندھ کا تمام صوبہ موجودہ ترقی یافتہ طریقوں پر بہت جلد پاکستان کی زراعتی دولت میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں۔ پاکستان معدنیات کے طور پر بھی مالا مال تھا۔ یہاں کوئلہ۔ سیسہ۔ پٹرول وغیرہ عام تھا۔ لیکن یہ تمام ذرائع ادھورے پڑے ہیں ان کی ملکی جانچ پڑتال وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ مثلاً بلوچستان میں پٹرول عام تھا لیکن اس کی جانچ پڑتال نہیں کی گئی تھی۔

معزز (مقرر) نے تقریر کے دوران میں (کہا) ایک پاکستان قومی لیبورٹری کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جہاں ملک کی صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے ریسرچ کا کام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جاسکے۔ ہنوز پورے پاکستان میں اس قسم کی کوئی لیبورٹری نہیں۔

تقریر دو گھنٹے سے زیادہ تک ہوتی رہی۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے مستقبل پر یہ پہلی تقریر ہے۔ آئندہ لیکچروں کی تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائیگا۔"

(سفینہ لاہور۔ ۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

اخبار "زمیندار" رقم طراز ہے:۔

"لاہور۔ ۸ر دسمبر۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے کل شام منیارڈ ہال لاء کالج میں پاکستان اور اس کا مستقبل کے موضوع پر ایک عظیم اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے پاکستان کی زراعت۔ اقتصادیات۔ اور معاشیات پر فصیح و بلیغ لیکچر دیا۔ ملک فیروز خان نون اس اجتماع کے صدر تھے۔ مرزا صاحب نے زراعت کے سلسلہ میں ذرائع آبپاشی خصوصاً نہروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پچاس سال کے بعد نہروں کے خراب ہوجانے کے باعث پاکستان کی زراعت کو سخت خطرہ ہے۔ اور اس خطرے کے تدارک کے لئے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کے لئے اتنی دولت کی ضرورت ہے اور اتنے اخراجات کا احتمال ہے بصورت موجودہ ہماری حکومت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ لیکن بیرونی سلطنتوں خصوصاً امریکہ سے قرض لینا ہماری آزادی کے لئے زبردست خطرے کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بیرونی کمپنیوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی مشروط اجازت دی جائے۔ ان فرموں کو چالیس فیصدی حصے دیئے جائیں اور چالیس فیصدی حکومت پاکستان دے۔ باقی بیس فی صدی حصوں کے مالک پاکستان کے عوام ہوں۔ اس سلسلے میں فرموں سے یہ شرط رکھی جائے کہ وہ ہمارے حصہ دار کو ساتھ ساتھ ٹریننگ دیں گے۔"

(زمیندار۔ ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

اخبار "الفضل" نے حضور کے تیسرے لیکچر کا ملخص بایں الفاظ شائع کیا:۔

فرمایا۔ "کسی ملک کی معنوی دولت ہی اس کی اصل قوت ہوا کرتی ہے باقی سب چیزیں اس کے مقابل پر ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر پاکستان کا ہر نوجوان عقل سے کام لے۔ دماغ پر زور دے اور یہ اقرار کرے کہ میں نے اپنی تمام قوتیں ملک و ملّت کے لئے وقف کر دی ہیں تو یقیناً ہماری ساری ضروریات پوری ہوسکتی ہیں اور ہم ملک کا اتنا اچھا دفاع کرسکتے ہیں کہ توپیں اور ہوائی جہاز اس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقابلے پر کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتے۔

حضور نے فرمایا۔ معنوی دولت افراد کے دماغ اور ان کے جسم مل کر پیدا کرتے ہیں اور اس لحاظ سے پاکستان کے پاس یہ دولت پیدا کرنے کے بہترین ذرائع موجود ہیں۔ دماغی لحاظ سے ایک مسلمان چار امور سے متاثر ہوتا ہے (۱) عقیدۂ توحید (۲) عقیدہ عبودیت (۳) دعا (۴) مذہب۔

حضور نے ان چاروں اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اگر مسلمان ان چاروں امور پر کامل یقین اور ان کے مطابق تبدیلی پیدا کریں اور اس کے نتیجہ میں ان کے اندر خود بخود جرأت۔ دلیری۔ بہادری۔ علوم کی ترقی کا شوق۔ غرض ترقی کرنے کی تمام صفات پیدا ہو جائیں گی۔ جسمانی قوت کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ مغربی پاکستان کا بچہ بچہ بہادر ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ ہندوستان کے بیس کروڑ افراد میں سے جتنے سپاہی نکل سکتے ہیں۔ پاکستان کے دو کروڑ افراد میں سے اتنی ہی تعداد میں لیکن قابلیت کے لحاظ سے ان سے بہتر سپاہی مہیا ہو سکتے ہیں۔ حضور نے معنوی دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز بیان فرمائیں:۔

(۱) پاکستان میں ہر مسلمان کے لئے قرآن مجید کا ترجمہ لازمی قرار دیا جائے۔

(۲) مادری زبان میں تعلیم دی جائے اس سلسلے میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے کہ وہ ضرور اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی زبان سے ایک قسم کا عشق ہے۔

(۳) اردو زبان کو لینگوا فرینکا قرار دیا جائے اس سلسلہ میں حضور نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ غالب، مومن اور داغ کے گھرانوں میں جو اعلیٰ اور شیریں اردو رائج ہے اس کے تحفظ کے لئے دہلی کی مہاجرین کی ایک علیحدہ بستی آباد کی جائے ورنہ اب یہ خاندان منتشر ہو رہے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کی زبان ناپید ہو جائے گی۔

حضور نے اس سلسلہ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اخلاق کو درست کریں سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالیں۔ وقت کی قدر کریں اور اسے ملک اور قوم کے لئے زیادہ مفید بنائیں۔ امیر و غریب کے درمیان ارتباط پیدا کریں۔ اور اقتصادی حالت کو اونچا کرنے کی کوشش کریں۔"

(الفضل۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۲ء)

اسی اخبار "الفضل" میں ایک اور لیکچر کا خلاصہ یہ دیا گیا کہ:

"حضور نے دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں روس سے حملہ کے خطرہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ روس ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے میدان تیار کر رہا ہے۔ روس کے خطرہ کی وجہ سے ہی انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد کیا ہے۔ اس لئے ہمیں روس کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ حضور نے دیگر ممالک کے ساتھ پاکستان کی سیاسی تعلقات کے سلسلے میں تیرہ اہم تجاویز پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور پر خاص طور پر زور دیا:۔

(۱) پاکستان کو اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جس سے اس کے ہندوستان سے تعلقات خراب ہوں۔ اسے اپنی طرف سے صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے لیکن یہ صلح باعزت ہو نہ کہ ہتھیار ڈالنے کے مترادف۔

(۲) برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن ان کی چالوں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے

(۳) روس کے متعلق بھی امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہیئے اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہیئے۔

(۴) عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔

(۵) عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعے پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے تاکہ ضرورت پر ان ممالک کے ذریعہ سامان آ سکے۔

(۶) برما اور سیلون کے مخصوص ملکی حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں اور یہ تعلقات مشرقی پاکستان کی مدد کے لئے بالخصوص بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

(۷) سپین۔ ارجنٹائن۔ جاپان۔ آسٹریلیا ابی سینیا اور ایسٹ افریقہ سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ممالک اپنے اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے بہت سے سیاسی فوائد کا موجب بن سکتے ہیں۔"

(الفضل۔ ۱۱ جنوری ۱۹۴۱ء۔ صفحہ ۱-۸)

اخبار "انقلاب" نے راولپنڈی کے ایک جلسہ عام کی رپورٹ دیتے ہوئے لکھا:۔

"جماعت احمدیہ قادیان کے امام جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد نے آج یہاں نشاط سنیما کے لئے بنائی ہوئی بلڈنگ میں تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ایک بڑے اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ سیکورٹی کونسل کا فیصلہ پاکستان کے خلاف ہوگا ان کی تقریر کا موضوع "موجودہ نازک وقت میں مسلمانوں کا فرض" تھا۔ انہوں نے موجودہ حالات پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ وہ اس وقت جنگ کی سی حالت میں ہیں لہٰذا انہیں زمانۂ امن کی تحریکات مزدور تحریک وغیرہ کھڑی کر کے یا ان میں حصہ لے کر اپنی نوزائیدہ مملکت کے مستقبل کو کمزور نہیں کرنا چاہیئے۔ انہوں نے حکومت کے ذمہ دار ارکان کو بھی نصیحت کی کہ وہ بدلے ہوئے حالات کے ساتھ اپنے طور طریقوں کو بدلیں اور ایسا رویہ اختیار کریں جو عوام کے لئے مثال ہو اور جس سے عوام یہ سمجھنے لگیں کہ ان سے قربانیوں کا مطالبہ کرنے والوں کی زندگیوں پر بھی اپنی حکومت بن جانے کا اثر ہوا ہے اور وہ ان کے افسر نہیں بلکہ بہی خواہ اور محب ہیں ..... مرزا صاحب نے انکشاف کیا کہ میں نے ابھی صوبہ سرحد کے دورہ سے واپس آیا ہوں مجھے اس دورہ میں نہایت ہی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ اور روس اپنی اپنی طرف سے افغانستان کو ساتھ ملانے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ افغانستان کو پٹرول کی ضرورت ہے اور وہ اُون باہر بھیجتا ہے۔ روس نے افغانستان کی ضرورت کا پٹرول مہیا کرنے اور تمام اُون خریدنے کا یقین دلایا ہے لیکن اس کے مقابلے پر امریکہ نے روس کی نسبت چالیس فیصدی کم قیمت پر پٹرول مہیا کرنے اور ۲۰ فیصدی زیادہ قیمت پر اُون خریدنے کی پیشکش کی ہے۔ اب پھر روس کی باری ہے۔"

.....

مسلمانوں کا فرض:

"مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا۔ "حالات کچھ بھی ہوں۔ پاکستان کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں بالکل اسی طرح جس طرح زندہ قوموں کے افراد کرتے ہیں۔ ہمیں نہ تو معمولی۔ یا۔ بڑی کامیابیوں پر خوش ہو کر بے فکر ہو جانا چاہیئے اور نہ ہی چھوٹی بڑی ناکامیوں پر دل چھوڑ دینا چاہیئے۔ جو خطرات ہمارے سامنے ہیں ان میں بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق مسلمانوں کے لئے صرف دو ہی مقام ہیں۔ فتح یا شہادت اور مسلمانوں کو انہی دونوں میں سے ایک کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ جلسے کی صدارت ڈاکٹر تاثیر صاحب نے کی۔"

(انقلاب ۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۶)

"سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنے محبوب وطن پاکستان کے بارے میں نہایت درد انگیز پیرائے میں اور بھاری رنگ میں ارشاد فرمایا:۔

"ہمیں پاکستان کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں مصر کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں عرب کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں ایران کے جھنڈے کے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے مگر ہمیں حقیقی خوشی تب ہوگی جب سارے ملک آپس میں اتحاد کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں۔ ہم نے اسلام کو اس کی پرانی شوکت پر قائم کرنا ہے۔ ہم نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے عدل اور انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ اور ہم نے عدل اور انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا اور ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ یہ چیزیں اس وقت ایک پاگل کی بڑ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سے لوگ جو عظیم الشان تغیر کرتے رہے ہیں وہ پاگل ہی کہلاتے رہے ہیں۔ اگر مجھے بھی لوگ پاگل کہہ دیں تو میرے لئے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں میرے دل میں ایک آگ ہے۔ ایک جلن ہے۔ ایک تپش ہے جو مجھے آٹھوں پہر بیقرار رکھتی ہے۔ میں مسلمانوں کو ان کی ذلت کے مقام سے اٹھا کر عزت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں پھر قرآن کریم کی حکومت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد لیکن میں جانتا ہوں کہ میں اسلام کی بلند ترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں۔ یا اتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دے دے اور میرے جسم کا ہر ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت اس کام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خرچ ہوگی اور دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی طاقت میرے اس ارادے میں حائل نہیں ہوگی۔"

(الفضل۔ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۷-۸)

اعلانِ تعطیل

پاکستان کے یوم آزادی کی مبارک تقریب کے سلسلے میں مورخہ ۱۴ اگست بروز جمعہ اور ۱۵ اگست بروز ہفتہ ادارہ الفضل کے دفاتر بند رہیں گے لہٰذا اس روز کا پرچہ نہیں چھپے گا۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

(مینیجر الفضل ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریکِ پاکستان اور جماعتِ احمدیہ

مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر، وقفِ جدید - ربوہ

"ہندو سے بالکل جوڑ نہ رکھیں۔ اگر انگریز آج یہاں سے نکل جاویں تو یہ ہندو مسلمانوں کی بوٹی بوٹی کر دیں۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۵۲ الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۰۸ء)

یہ تھی وہ مبنی بر حقیقت اور سخت تنبیہہ جو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ جماعتِ احمدیہ "اللہ کی سلامتی آپ پر ہو" نے اس وقت ہندو پاک کے مسلمانوں کو فرمائی جبکہ ہر طرف ہندوؤں سے اتحاد کر کے آزادی حاصل کرنے کا غلغلہ بلند ہوا تھا اور وہی مسلمان رہنما بڑا سمجھدار سمجھا جاتا تھا جو ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ زیادہ زور سے لگاتا — اور یہی اس زمانہ کی عام روش تھی جس کی وجہ سے قائدِ اعظم محمد علی جناح جیسے بیدار مغز سیاستدان بھی ابتداء میں ہندوؤں پر اعتماد کرتے اور سالہا سال ہندوؤں کے ساتھ مل کر آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر سالہا سال کے تجربے کے بعد مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے ہندو اور کانگرس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ کو منظم کیا اور اس بھرپور انداز میں کام کیا کہ آخر انگریز کو تسلیم کرنا پڑا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں اور یوں انگریز کو تسلیم کرنا پڑا کہ پاکستان ایک حقیقت ہے۔

سیدنا حضرت اقدس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو علیحدہ قومیں ہونے کی وجوہات اپنی آخری تصنیف پیغامِ صلح میں جو ۱۹۰۸ء میں لکھی گئی۔ بیان فرمائیں۔ حضور نے قطعی طور پر یہ امر واضح فرما دیا کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں ہیں اور ان میں بنیادی فرق ان کے مذہب کا ہے۔ اس بات کو محض سیاسی فرق کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا اور سیاسی فرق تو سیاسی سودا بازی سے دور ہو سکتا ہے لیکن مذہبی فرق دور کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا:-

"مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں، اصلی تنازعات پولیٹیکل ہیں۔

یہ بات ہر ایک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور کیوں آج تک ان کی کانگرس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی درستی رائے محسوس کر کے ان کے قدم پر قدم رکھا مگر الگ ہو کر اور ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر ان کی شرکت کو قبول نہ کیا۔

صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر مسلمانوں سے آ کر بغلگیر ہو جائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کر دیں اور اسلام کو الوداع کہہ دیں تو جن تنازعات کا نام اب پولیٹیکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے معدوم ہو جائیں گے کہ گویا کبھی نہ تھے۔"

(پیغامِ صلح صفحہ ۲۸)

حکومتِ خود اختیاری کا نظریہ

برصغیر میں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ پُرشوکت دور کو انگریزوں نے جب ختم کیا اور آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا اسمی اقتدار بھی ۱۸۵۷ء میں ختم ہو گیا تو چند سال تو بالکل سراسیمگی کی کیفیت طاری رہی۔ مسلمان سیاسی شان و شوکت چھن جانے پر دل گرفتہ تھے اور انگریز اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے مسلمانوں پر پنجۂ ستم مضبوط کر رہے تھے۔ اس صورت میں مسلمان بالکل دب گئے۔ آہستہ آہستہ آزادی کی آئینی جدوجہد کا دور شروع ہوا۔ مگر انیسویں صدی کے آخیر تک کہیں بھی آزادی کا لفظ سنائی نہ دیتا تھا۔ پاکستان یا تحریک پاکستان کا ذکر تو ابھی مزید بعد کی بات ہے۔ اس زمانے میں جو بات آہستہ آہستہ اٹھی وہ سیلف گورنمنٹ SELF GOVERNMENT دینے کی تھی۔ یہ بات بھی واضح طور پر نہرو رپورٹ میں کہی گئی جو کہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں سامنے آئی۔

اس صورتِ حال میں یہ امر حیران کن ہے کہ بلکہ برطانیہ وکٹوریہ کے سامنے سب سے پہلے ہندوستانیوں کو سیلف گورنمنٹ کا حق دینے کا تصور اور سب سے پہلا مطالبہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ نے کیا۔ آپ نے اپنی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام میں جو کہ ۱۸۹۳ء میں چھپی لکھا:

"اے قیصرہ میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو آپ کی مملکت میں ایک خصوصیت حاصل ہے اس لئے آپ کو چاہیئے کہ مسلمانوں پر خاص نظرِ عنایت رکھیں اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں اور ان کی تالیفِ قلب کریں اور اپنے اکثر مقرب اور وزراء انہیں میں سے بنائیں۔"

نیز فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا ملک دیا ہے جہاں وہ ایک ہزار سال تک حکومت کر چکے ہیں اور انہیں اس ملک میں ایک خاص شان حاصل تھی اور وہ ہندوؤں پر حاکم رہے ہیں۔ پس آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ آپ ان سے عزت کا معاملہ کریں اور بڑے بڑے مناصب اور عہدے ان کے سپرد کریں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام خلاصہ صفحہ ۵۳۵ تا صفحہ ۵۴۰)

اس طرح سے تحریکِ پاکستان کا بنیادی خیال یعنی "ہندوؤں اور مسلمانوں کا دو علیحدہ علیحدہ ملتیں ہونا" اور پھر تحریکِ پاکستان عملاً شروع ہونے کا ابتدائی مرحلہ یعنی سیلف گورنمنٹ یا حکومتِ خود اختیاری کا طریق — ہر دو نظریات کا ابتدائی بیان ہمیں حضرت اقدس کے ملفوظات و کتب میں مل جاتا ہے۔

مانٹیگو کا اعلان اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی جدوجہد

تحریکِ پاکستان اور ہندوستان کی آزادی کا باضابطہ آئینی مرحلہ ۱۹۱۷ء میں شروع ہوتا ہے جبکہ برطانوی حکومت کے وزیرِ ہند نے جو کہ عملاً ہندوستان کا حاکم شمار ہوتا تھا۔ ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء کو یہ اعلان کیا کہ ہندوستانیوں کو صرف حکومت میں شریک کرنا ہی برطانیہ کا منشاء نہیں بلکہ منتہائے مقصود یہ ہے کہ وہ حکومت خود اختیاری کے قابل ہو جائیں اور رفتہ رفتہ ملک کا پورا نظام ان کے سپرد کر دیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی تحریکِ پاکستان کی وہ تاریخی جدوجہد شروع ہوئی جس نے بالآخر ۱۹۴۷ء میں جناب قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلمانانِ ہند کو ان کا اپنا ملک دلا دیا اس ساری تحریک کے دوران جماعت احمدیہ نے ہر مرحلہ پر پاکستان کے قیام کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ مسلمانوں کی ہر تحریک کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لئے دامے درمے سخنے ہر قسم کی مدد کی اور مسلمانانِ ہند کو سیاسی آزادی سے ہمکنار کرنے کے لئے تاریخی خدمات انجام دیں۔ مسلم لیگ کی بے پناہ امداد کی اور خاص طور پر سیدنا حضرت المصلح الموعود نے اپنی خداداد ذہانت اور کمال سیاسی فراست سے کام لے کر ہر مرحلہ پر مسلمانانِ ہند کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ اس طویل تاریخی جدوجہد کا ایک مختصر سا خاکہ پیشِ خدمت ہے۔

وزیرِ ہند مسٹر مانٹیگو کے اعلان سے ہندوستان کی سیاست میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی اور ہندو حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انگریز نے ہم سے ہی معاملہ طے کرنا ہے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں مسلم لیگ تو ہماری طفیلی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔ حضرت مصلح موعود حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ۱۳ نومبر ۱۹۱۷ء کو دہلی تشریف لے گئے۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے جماعتِ احمدیہ کے وفد کی طرف سے ایڈریس پیش کیا اور آئندہ سیلف گورنمنٹ کے طریقِ انتقال سے متعلق مشورہ دیا۔ اس میں مندرجہ ذیل نکات شامل تھے۔

اوّل: انتخاب کا کوئی ایسا طریق نہ رکھا جائے جس میں قلیل التعداد جماعتیں نقصان میں رہیں۔

دوئم: حقوق و فرائض کے تمام معاملات میں یورپین اور غیر یورپین کی تقسیم کو کلیتہً ختم کر دیا جائے۔

سوئم: اندرونی مذہبی اختلافات کے قطع نظر حکومت برطانیہ کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جماعتِ احمدیہ کا سیاسی مفاد کلیتہً ایسے تمام فرقوں کے ساتھ وابستہ ہے جو جماعتِ احمدیہ کی طرح دعویٰ اسلام رکھتے ہیں

دیگر مواقع پر ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی

مسٹر مانٹیگو کی ہندوستان آمد کے بعد تحریکِ آزادی کے دوسرے اہم مواقع پر حضرت مصلح موعود نے ملتِ اسلامیہ کی سیاسی طور پر رہنمائی جاری رکھی۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کے حادثہ کے نتیجہ میں ہندوستان میں ہنگاموں کا ایک دور شروع ہو گیا اور ہندوؤں نے گاندھی کی قیادت میں مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے تحریکِ خلافت شروع کی اور مسلمان اپنی سادہ لوحی میں ان کے دام میں پھنس گئے۔ حضرت مصلح موعود نے ایسے اہم مواقع پر عوام کالانعام کی رائے کے خلاف مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے متعارف کرایا کہ اسلام ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ تحریکِ ہجرت کے متعلق لکھا:-

"اوّل تو شرعاً یہ موقع ہجرت کا ہے نہیں۔ دوئم اگر خلافِ شریعت ہجرت کی بھی گئی تھی تو اس کے سامان چونکہ آپ کے پاس نہیں ہیں اس لئے نقصان ہوگا اور دشمنوں کو ہنسی کا موقع ملے گا۔ پھر افغانستان میں گنجائش بھی نہیں۔ (معاہدہ ترکیہ ملخص صفحہ ۱۱)

چنانچہ بعد کے حالات نے حضرت مصلح موعود کی بات کو سچا ثابت کیا۔ ہزاروں مسلمان اپنا گھر بار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوؤں کے ہاتھوں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان گئے مگر افغانستان کے دروازے بند پاکر خستہ حالی کا شکار ہو گئے۔ تحریکِ عدم تعاون کے نتیجہ میں سینکڑوں مسلمان طلباء تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہو گئے اور سینکڑوں نے اپنی ملازمتیں چھوڑ دیں۔ ہندو اس بہانے ہندوستان کے مسلمانوں کو کمزور کرنا چاہتا تھا اور اسے اس معاملے میں نمایاں کامیابی ملی۔

سائمن کمشن

تحریک پاکستان کا ایک اہم مرحلہ سائمن کمشن تھا۔ ہندوستان کے آئینی مسائل کے حل کے لئے برطانوی حکومت نے ایک کمشن مقرر کیا۔ نومبر ۱۹۲۷ء میں قائم ہونے والے اس کمیشن کا مقصد اہلِ ہند کے مقاصد اور مطالبات کی تحقیقات تھا جس کے ساتوں ممبر انگریز تھے اس لئے کانگرس اور مسلم لیگ نے اس کا بائیکاٹ کر دیا مگر امام جماعت احمدیہ نے اس وقت مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اس کمشن کا بائیکاٹ نہ کریں۔ حضور نے یہ دلیل دی کہ ہندوؤں کے مطالبات سے انگریز اچھی طرح واقف ہیں کیونکہ موتی لال نہرو اور سائمن کئی مہینے اکٹھے رہ چکے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنا نقطۂ نظر کمشن کے سامنے ضرور پیش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کے مطالبات نہایت قابلیت کے ساتھ کمشن کے سامنے رکھے اور مسلمانوں کے حقوق کا احسن پیرایہ میں اظہار کیا۔

جداگانہ انتخاب اور مخلوط انتخاب

تحریک پاکستان کا ایک فیصلہ کن مورچہ جداگانہ انتخابات کا مطالبہ تھا مسلمانوں کو یہ محسوس ہو گیا تھا کہ جب تک انکے حلقہ ہائے انتخاب ہندوؤں کے حلقوں کے ساتھ مشترک رہیں گے کوئی ہندو کسی مسلمان کو ووٹ نہیں دے گا اس لئے اسمبلیوں میں مسلمانوں کو کوئی نمائندگی نہ ملے گی۔ اسی بنیادی مطالبے نے دراصل تحریک پاکستان کو سیاسی قوت بخشی تھی حضرت مصلح موعود کی دوربین نگاہ بہت پہلے اس مسئلے کو بھانپ چکی تھی چنانچہ محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب حضرت امام جماعت احمدیت کی ہدایت کے مطابق سائمن کمشن کے سامنے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کی نشستیں علیحدہ محفوظ کر دی جائیں اور انتخاب مخلوط نہ ہو بلکہ جداگانہ ہو۔ حالانکہ بعض مسلمانوں نے مخلوط انتخاب کو تسلیم کر لیا تھا۔ چنانچہ مسلم لیگ نے ستمبر ۱۹۲۷ء کو شملہ میں ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے نمائندوں کو بلایا حضرت مصلح موعود کو بھی شمولیت کی دعوت دی اس اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی جو اسوقت مخلوط انتخاب کے حامی تھے قائداعظم نے پوری کوشش کی کہ نمائندے مخلوط انتخاب کی تائید کریں مگر امام جماعت احمدیہ نے اس اجلاس میں جداگانہ انتخاب کی تائید میں ایسی رواں اور موثر تقریر کی جس سے متاثر ہو کر حاضرین نے جداگانہ انتخاب کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

نہرو رپورٹ

سائمن کمشن کی رپورٹ ابھی شائع نہیں ہوئی تھی کہ ہندوؤں نے ۱۲ راگست ۱۹۲۸ء کو نہرو رپورٹ کی صورت میں اپنے مطالبات شائع کر دیئے رپورٹ میں وحدانی طرز حکومت اختیار کرنے کے لئے کہا گیا تھا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ مسلمان مخلوط انتخاب قبول کر لیں گے بشرطیکہ سندھ کو مستقل صوبہ، صوبہ سرحد و بلوچستان کو دوسرے صوبوں کے برابر حقوق اور پنجاب اور بنگال میں آبادی کی بنیاد پر حقوقِ نمائندگی اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو کم از کم ایک تہائی نمائندگی ملے۔

نہرو رپورٹ پر تبصرہ

حضرت مصلح موعود کی دوربین نظریں فوراً اس رپورٹ کے نتائج اور عواقب کو بھانپ گئیں چنانچہ حضور نے اس رپورٹ پر تبصرہ لکھا۔ جس کے نمایاں سات نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حکومت کا طریق فیڈرل یا وفاقی ہو۔

۲۔ جن صوبوں میں کسی قوم کی اقلیت کمزور رہے اسے اپنے حق سے زیادہ ممبریاں دی جائیں

۳۔ کم از کم پنجاب اور بنگال میں جداگانہ طریق انتخاب ہو

۴۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کے برابر حقوق دیئے جائیں اور سندھ کو الگ صوبہ بنایا جائے۔

۵۔ کسی صوبہ میں بھی اکثریت کو اقلیت کی زبان یا اس کے طرز تحریر میں مداخلت کا حق حاصل نہ ہو

۶۔ حکومت مذہب یا مذہب کی تبلیغ میں دخل دینے کی مجاز نہ ہو۔

۷۔ ان حقوق کو دستور اساسی میں داخل کیا جائے اور دستور اساسی کو اس وقت تک نہ بدلا جا سکے جب تک کہ منتخب شدہ ممبروں میں سے ۲/۳ اس کے بدلنے کی رائے نہ دیں۔

چنانچہ نہرو رپورٹ شائع ہو کر انگلستان اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ تک پہنچ چکی تھی اس لئے امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کے "حقوق اور نہرو رپورٹ" کتاب تحریر فرمائی جس میں مسلمانوں کے مطالبات کا ناقابلِ تردید دلائل کے ساتھ معقول ہونا ثابت کیا اور نہرو رپورٹ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن کی انگلستان میں وسیع اشاعت کی گئی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی ہال میں ایک پورا ہفتہ INDIA TODAY کے موضوع پر تقریریں کی گئیں۔ جس میں مولانا جلال الدین صاحب شمس نے بھی مقالہ پڑھا صدر جلسہ مسٹر فلپس نے اپنے صدارتی ریمارکس میں کہا کہ ہم نے جس قدر تقریریں سنی ہیں ان سب میں سے یہ تقریر زیادہ ٹھوس اور جامع ہے مسٹر ہنری نے جو گورنمنٹ کے معزز عہدہ پر فائز تھے نے کہا یہ وجوہات نہایت ہی مفید ہیں اور یہ ہر جگہ کی اقلیتوں کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔ اس طرح سے نہرو رپورٹ کے مسلمانوں کے خلاف اثر کو زائل کرنے کی کامیاب کوششیں کی گئیں

مسلمانوں سے خطاب

ہندوؤں کی بھرپور کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کا جداگانہ انتخاب کا مطالبہ تسلیم نہ ہونے پائے۔ جماعت احمدیہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو منظور کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہی چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے جن مسلمانوں کو جو ہندوؤں کے زیر اثر مخلوط انتخاب کے حامی تھے مخاطب کرتے ہوئے نہرو رپورٹ پر اپنے تبصرے میں بروقت انتباہ کیا کہ۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوؤں کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرو جبکہ انگلستان نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے اس کے لئے جو جائز کوشش کی جائے اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک ہوں مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے اور میرے دل کو ہٹائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان ــ اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہو جائیں اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگ کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہو اور نہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی اس کا تصور کر کے بھی دل کانپتا ہے"۔

(مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ صفحہ ۴۶)

امام جماعت احمدیہ کی آل پارٹیز کانفرنس شملہ میں تقریر اور آپ کے لیکچروں سے جو آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی اور ان کی تنظیم اور ان کے حقوق کے لئے دیئے مسلمانوں کے نامور لیڈر مولانا محمد علی صاحب جوہر بہت متاثر ہوئے انہوں نے حضور کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے اخبار میں لکھا۔

"ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا البشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دیں ہیں یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا جن جن اصحاب کو جماعت احمدیہ قادیان کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم اور طریق کار پر اظہارِ خیالات فرمایا ہے شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے" (ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اسی طرح اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا۔

"اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں کے ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قردن اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔

(مشرق ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل

تحریک پاکستان کا ایک اہم مرحلہ گول میز کانفرنس تھی نومبر ۱۹۳۰ء کو پہلی گول میز کانفرنس ہونا قرار پائی اور حکومت نے اعلان کیا کہ کانفرنس میں کوئی خاص سکیم غور کرنے کے لئے معین نہیں کی جائے گی مگر جماعت احمدیہ نے اپنی روحانی اور سیاسی فراست سے آنے والے حالات کو بھانپ لیا اور آپ نے اہلِ ہند اور خصوصاً مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے "ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل" کتاب لکھی اور اردو اور انگریزی میں اس کی اشاعت ہوئی۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لکھا۔

"تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ اور جامع ہے"

اخبار انقلاب نے ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء کو لکھا۔

"جناب مرزا صاحب کے اس تبصرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے جو بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا۔ جو مرزا صاحب نے انجام دیا۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر مدیر سیاست نے لکھا۔

"مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب مرزا البشیر الدین محمود احمد نے میدانِ تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاسیات میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس اصولِ عمل کی ابتداء کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے" (سیاست ۲ دسمبر ۱۹۳۰ء)

قائداعظم کو سیاست میں واپس لانا

قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کا رویہ اور کانگرس میں شامل علماء (جمعیت العلماء ہند اور احرار) کے طرزِ عمل سے سخت مایوس ہو کر ہندوستان کو خیرباد کہہ کر انگلستان میں رہائش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اختیار کر لی قائداعظم کے اس فیصلے سے کانگرس اور کانگرس نواز علماء کھل کھیلے اور ان کو مستقبل کی حکومت کے خواب نظر آنے لگے مگر حضرت مصلح موعود کا دل مسلمانوں کی اس کسمپرسی پر تڑپ اٹھا کہ مسلمان ایک عظیم سیاسی لیڈر کی قیادت سے محروم ہو رہے ہیں چنانچہ آپ نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد مبلغ انگلستان کے ذریعہ قائداعظم سے رابطہ پیدا کیا چنانچہ اپریل ۱۹۳۲ء کو عیدالاضحیٰ کے موقع پر مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے اصرار پر قائداعظم نے مسجد فضل لنڈن میں "ہندوستان کے مستقبل" کے عنوان پر تقریر فرمائی اور تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی قائداعظم کی یہ تقریر برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا موجب بن گئی تمام بڑے بڑے اخبارات نے تقریر شائع کی مگر ساتھ ہی یہ پیشگوئیاں بھی ہونے لگیں ایک مذہبی جماعت کے مرکز میں سیاسی لیکچر کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مصلح موعود کی دلی خواہش تھی کہ قائداعظم جلد واپس آکر ہندوستان کی سیاست میں بھرپور حصہ لیں اور مسلمانانِ ہند پھر اپنے لیڈر کی قیادت میں ترقی کی منازل طے کریں اس کام کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے محترم درد صاحب کو منتخب فرمایا۔

چنانچہ آپ مارچ ۱۹۳۲ء میں انگلستان تشریف لے گئے اور حضور کی ہدایت و منشاء کے مطابق قائداعظم محمد علی جناح سے رابطہ قائم کیا اور قائداعظم کا مسجد میں آکر ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر تقریر کرنا۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی چنانچہ درد صاحب کا بیان ہے۔

"یہ بھی حضور ایدہ اللہ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم نے انگلستان سے ہندوستان واپس آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھالی اس طرح بالآخر ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا ..... وہاں میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی راہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہوگی ..... اس کے بعد قائداعظم انگلستان کو خیرباد کہہ کر ہندوستان واپس آئے" (تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ ۱۰۹-۱۱۰)

مرکزی اور صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ کی پرجوش حمایت

قرارداد پاکستان ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں پاس ہوئی (یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے ۲۳ مارچ ہی جماعت احمدیہ کا یوم تاسیس ہے) سر سٹیفورڈ کرپس نے ہندوستان کی آزادی کا ایک جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگریس نے مسترد کر دیا جب مستقبل بالکل تاریک دکھائی دے رہا تھا اس اہم موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے ۲۱ جنوری ۱۹۴۵ء کو خطبہ جمعہ کے ذریعے انگلستان اور ہندوستان کو مفاہمت اور مصالحت کی دعوت دی کہ دونوں مل کر اس مسئلہ کا حل ڈھونڈیں۔ اسی دوران محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو اس وقت ہندوستان کے فیڈرل کورٹ (سپریم کورٹ) کے جج تھے کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان تشریف لے گئے وہاں آپ نے اپنی تقاریر میں ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے زوردار الفاظ میں اٹھایا جس سے انگلستان اور ہندوستان کے اخبارات میں تہلکہ مچ گیا چنانچہ اخبار پرتاب لکھتا ہے

"ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کے جج محمد ظفر اللہ خان آجکل لنڈن گئے ہوئے ہیں۔ کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستان ڈیلی گیشن کے لیڈر کی حیثیت سے لنڈن میں جو آپ نے تقریریں کی ہیں ان سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تہلکہ مچ گیا ہے ..... آپ نے برطانوی حکمرانوں کو کھری کھری سنائیں کہ سننے والے دنگ رہ گئے برطانوی حکومت کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ کی ایک تقریر نے پانی پھیر دیا"

(پرتاب ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء)

چوہدری صاحب کی تقریر کے نتیجہ میں لارڈ ویول برطانوی وزیراعظم اور دیگر ساستدانوں کے مشورہ سے ۵ جون کو نئی تجاویز لے کر ہندوستان واپس آئے اس اہم موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے ۲۲ جون ۱۹۴۵ء کے خطبہ جمعہ میں مسلمانوں اور ہندو لیڈروں کو یہ پیغام دیا۔

"کہ انگلستان صلح کے لئے ہاتھ بڑھا رہا ہے دو سو سال سے ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے وہ اس پیشکش کو قبول کر کے آئندہ نسلوں پر احسانِ عظیم کریں"

حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبہ سے متاثر ہو کر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار میں لکھا "یہ الفاظ کس جرأت اور حریت کا ثبوت دے رہے ہیں کانگریسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا"

(اہلحدیث امرتسر ۶ جولائی ۱۹۴۵ء)

قائداعظم نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح کانگرس لاہور ریزولیشن کو قبول کرے تو ایک عارضی قومی حکومت قائم ہو جائے مگر کانگرس اس پر آمادہ نہ ہوئی حضرت امام جماعت احمدیہ کا بھی یہی خیال تھا کہ ایک وفاقی حکومت قائم ہو جائے۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہو وہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو وہاں ہندوؤں کی حکومت ہو اس طرح ملک تقسیم ہونے سے بچ جائے لیکن کانگرس جو سارے ملک پر حکومت کرنا چاہتی تھی اس تجویز کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتی تھی۔ کانگرس کا کہنا یہ تھا کہ مسلم لیگ کوئی چیز نہیں اور کانگرس ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ اس قضیے کا تصفیہ انتخابات کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ جب مفاہمت کی کوئی صورت نہ بنی تو وائسرائے ہند لارڈ ویول نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا ایسے وقت میں انتخابات بہت اہمیت اختیار کر گئے کیونکہ آئندہ ملک کی تقسیم کا دارومدار ان انتخابات پر ہی تھا چنانچہ قائداعظم نے یہ انتخابات جیتنے کے لئے مسلمانانِ ہند کو یہ پیغام دیا۔

"ہم رائے دہندگان کی رائے اس امر کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں ..... مجھے معلوم ہے کہ ہمارے خلاف بعض طاقتیں کام کر رہی ہیں اور کانگریس ارادہ کئے بیٹھی ہے کہ ہماری صفوں کو ان مسلمانوں کی امداد سے پریشان کر دیا جائے جو ہمارے ساتھ نہیں ہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں۔ یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں یہ مسلمان سدھائے ہوئے پرندے ہیں یہ صرف شکل و صورت کے اعتبار سے ہی مسلمان ہیں۔" (اخبار انقلاب لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

اس صورت حال کی نزاکت کا فوری احساس سیدنا حضرت مصلح موعود نے فرمایا۔ اور آپ کو یہ احساس ہو گیا کہ ان انتخابات میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی بھرپور تائید حاصل ہوئے بغیر پاکستان نہیں بن سکتا۔ تحریک پاکستان کے اس اہم ترین مرحلے پر آپ فوراً میدانِ عمل میں آئے اور جماعت احمدیہ کو یہ پیغام دیا کہ۔

"آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیئے تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید کانگرس سے کہہ سکیں کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اگر ہم اور دوسری مسلمان جماعتیں ایسا نہ کریں تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ چالیس پچاس سال تک ان کو سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند اس حالت کی ذمہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو"

(الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

حضرت مصلح موعود کے اس ولولہ انگیز بیان پر مخالفوں نے خوب شور مچایا اور مسلم لیگ کو بھی ہدف تنقید بناتے ہوئے لکھا۔

"اس کے بعد مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور مرزا محمود کی پالیسی کو سراہا اس کے بعد سنٹرل اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے یہاں تک کہ جب مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار لاہور جو کسی زمانے میں مرزائیوں کے شدید ترین دشمن تھے بٹالہ سے مسلم لیگ کی طرف سے الیکشن میں کھڑے ہوئے۔ ناقل) ..... مرزائی بٹالہ گئے بٹالہ کے مسلم لیگی کارکنوں نے ان سے معانقے کئے اور ووٹ مولانا ظفر علی خان کے حق میں گذارے گئے"

(مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی پر مختصر تبصرہ صفحہ ۱۸-۱۹)

قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ کی مساعی اور جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے مولانا رئیس احمد جعفری نے لکھا۔

"مسلم قوم کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح نجاح و مرام کی کامیابی تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ داعی اور امام الہند؟ نہیں پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے جن کا ایمان جن کا عقیدہ مشکوک مشتبہ اور محلِ نظر ہے کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

(قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ ۴۲۰-۴۲۲)

جماعت احمدیہ نے تحریک پاکستان اور ان انتخابات میں مسلم لیگ کی جو تائید و حمایت کی اور انتخابات کے نتائج سامنے آئے ان سے کانگرسی حلقے حیرت زدہ رہ گئے۔ (تحریک پاکستان پر ایک نظر صفحہ ۴۵ از ناظم جمعیۃ علماء ہند)

عبوری حکومت

مسلم لیگ نے الیکشن تو جیت لیا لیکن کانگرس اب بھی مسلم لیگ کو حکومت سے باہر رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اب سب سے مشکل مرحلہ ہندوستان کی طرز حکومت کے متعلق ہندو مسلم اختلافات مٹانا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں ایک متحدہ عبوری حکومت بنانے کی تجویز ہوئی۔ مسلم لیگ نے اس حکومت میں شامل ہونا منظور کر لیا مگر کانگرس نے علیحدہ رہنا پسند کیا چنانچہ اس موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے فرمایا۔

"(برطانیہ) نے اعلان کیا تھا کہ اگر عارضی حکومت کے متعلق کسی پارٹی نے ہماری تجاویز منظور نہ کیں تو پھر ہم حکومت قائم کر دیں گے اس اعلان کے مطابق اب اس کا فرض ہے کہ وہ کانگرس کو چھوڑ کر باقی پارٹیوں کے ساتھ عارضی حکومت قائم کر دے۔"

(الفضل ۲۸ جون ۱۹۴۶ء)

وائسرائے ہند نے جب یہ دیکھا کہ کانگرس حکومت میں شامل ہونے سے انکاری ہے تو اس نے حکومت سازی کی دعوت ہی واپس لے لی۔ اس کے بعد کانگرس نے پھر پینترا بدلا اور عبوری حکومت میں شامل ہونا منظور کر لیا تو مسلم لیگ نے حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اگر مسلم لیگ اپنی بات پر مصر رہتی تو کانگرس اپنے مطلب کے چند مسلمانوں کو عبوری حکومت میں شامل کر کے انہیں مسلمانوں کے نمائندے قرار دے دیتی۔ اور یوں مسلم لیگ کے انتخاب جیتنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ امام جماعت احمدیہ وقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے دہلی پہنچے اور آغا خان اور دیگر ذی اثر مسلم لیڈروں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں امام جماعت احمدیہ نے سر آغا خان سے اتھارٹی حاصل کر لی کہ گفتگو کے وقت مسٹر جناح ہی مسلمانوں کے نمائندہ ہوں گے اور اس کے متعلق وائسرائے کو مطلع کر دیا اور قائداعظم کو بھی اپنی کوششوں کے نتیجہ سے آگاہ کیا جس پر قائداعظم بہت خوش ہوئے اور تہ دل سے امام جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا حضور واپس جانے کیلئے تیار تھے کہ ایک اور روک پیدا ہو گئی آپ ایک دفعہ پھر خود مسلمان لیڈروں کے مکانوں پر جا کر ان سے ملے۔ گاندھی جی اور پنڈت نہرو سے ملاقات کی قائداعظم سے بھی دو دفعہ حالات حاضرہ کے متعلق طویل گفتگو فرمائی اور آخر کار انہیں عبوری حکومت میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا اور یوں جماعت احمدیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ عبوری حکومت میں شامل ہو گئی۔ اور کانگرس کی سب چالیں ناکام ہو گئیں۔

برطانوی حکومت کا اعلان آزادی اور حصولِ پاکستان میں سب سے بڑی روک

۲۰ر فروری ۴۷ء کو لندن سے یہ اعلان ہوا برطانوی گورنمنٹ جون ۴۸ء تک تمام اختیارات ہندوستان کے سپرد کر دے گا۔ حصولِ پاکستان میں ایک بڑی مشکل پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی حکومت تھی۔ جسے ہندوؤں اور سکھوں کی تائید حاصل تھی پنجاب میں مسلم لیگ کے اثر و رسوخ کے باوجود ایک عرصے سے یونینسٹ پارٹی کی حکومت چلی آ رہی تھی اس کے سربراہ اگرچہ مسلمان تھے لیکن اس کی اکثریت ہندوؤں اور سکھوں پر مشتمل تھی۔ اس لئے پنجاب کی اسمبلی اس صورت میں مسلم لیگ کی خواہش کے مطابق پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتی تھی اور پنجاب کے بغیر پاکستان بن نہیں سکتا تھا کیونکہ صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان اور صوبہ سندھ میں کانگرس کا بہت اثر و رسوخ تھا اس لئے مسلم لیگ نے حکومت پنجاب کے وزیراعظم ملک خضر حیات کے پاس اپنا وفد بھیج کر کوشش کی کہ وہ حکومت سے دستبردار ہو جائیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پنجاب حکومت کے خلاف مسلم لیگ نے تحریک عدم تعاون بھی چلائی مگر یونینسٹ وزارت استعفیٰ دینے پر رضامند نہ ہوئی تب حضرت مصلح موعود نے مسلم لیگ کی اس روک کو دور کرنے کی کوشش فرمائی چنانچہ آپ نے ملک خضر حیات وزیراعظم پنجاب کو ایک خط لکھا اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو اس کے پاس بھیجا جس کے بعد ملک صاحب نے ۳ر مارچ کو مع اپنی وزارت کے اپنا استعفیٰ گورنر کے پاس بھیج دیا اور مسلم لیگ کے لئے میدان خالی کر دیا اخبار ٹریبیون نے لکھا

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خان صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خان کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے اور سنا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی تازہ ایجی ٹیشن کے دوران جماعت احمدیہ کے امام نے خضر حیات خان کو خط لکھا کہ وہ لیگ کے سامنے جھک جائیں۔ یہ خط سر محمد ظفر اللہ خان کے ذریعے بھیجا گیا تھا۔ جنہوں نے اپنے امام کی ہدایت کی پرزور تائید کی۔ ملک خضر حیات صاحب نے سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو لاہور مشورہ کے لئے بلایا جس کے بعد ملک صاحب نے وہ بیان دیا جو کہ اخبارات میں شائع ہوا"

(۵ر مارچ ۱۹۴۷ء)

اس کے بعد جب ناظر امور خارجہ مکرم درد صاحب قائداعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی ہے اور کہا I can never forget it کہ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔

تقسیم اور باؤنڈری کمشن

ملکی تقسیم کے ذکر کے ساتھ ہی اخبارات میں تقسیم پنجاب کا ذکر ہوا تو امام جماعت احمدیہ نے اس تقسیم کو روکنے کے لئے کوشش فرمائی قائداعظم کو بھی تار دیا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے وزیراعظم برطانیہ کو بھی تار دیا کہ پنجاب کی تقسیم خلاف عقل اور خلاف انصاف ہے

(الفضل ۲۴ر مئی ۱۹۴۷ء)

کیونکہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے اتفاقاً وہ مسلمانوں کا حصہ ہے لیکن دو جون کو گورنمنٹ کی طرف سے جو اعلان کیا گیا اس میں تقسیم پنجاب کے لئے یہ شرط لگائی گئی کہ مسلم اکثریت ۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہوگی۔ اس کے مطابق مسلم اکثریت والے اضلاع پاکستان میں آ جائیں گے ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء سے حکومتِ پاکستان اور حکومتِ ہندوستان نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ باؤنڈری کمشن نے لاہور میں اپنی کاروائی شروع کر دی۔ مسلم لیگ کا کیس محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پیش کیا خود امام جماعت احمدیہ بھی تمام کاروائی دیکھنے اور سننے کے لئے عدالت میں موجود رہے اور مناسب ہدایات دیتے رہے علاوہ ازیں لندن سکول آف اکنامکس کے پروفیسر مسٹر سپیٹ نی جو باؤنڈری ایکسپرٹ تھے کو لندن سے بلا کر انکی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان کے تمام اخراجات جماعت احمدیہ نے برداشت کئے۔ چوہدری صاحب نے جس غیر معمولی قابلیت اور لیاقت سے مسلم لیگ کا کیس پیش کیا اس کا ذکر اخبار نوائے وقت ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"حد بندی کمشن کا اجلاس ختم ہوا چار دن چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہوگا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے اربابِ اختیار تک پہنچا دی گئی ہے۔ سر ظفر اللہ صاحب کو کیس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملا مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی سے ادا کیا ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بالحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکر گذار ہیں"

(روزنامہ نوائے وقت یکم اگست ۱۹۴۷ء)

۱۴ر اگست ۱۹۸۱ء سے

شاندار

کلیرنس سیل

شیرز شاپنگ سنٹر

اقصیٰ روڈ۔ ربوہ

جائیداد کی خرید و فروخت

کیلئے

قابلِ اعتماد ادارہ

فضلِ عمر

پراپرٹی ڈیلرز

نزد ریلوے پھاٹک ربوہ

فون دفتر۔ ۶۴۰

فون رہائش۔ ۵۴۰

جدید فیشن کے مطابق

سونے کے جڑاؤ اور سادے زیورات وغیرہ کے لئے

نیو پاک جیولرز

۱۱۱۔ فیروزپور روڈ

نزد گلیکسی سینما اچھرہ

لاہور

فون: ۴۱۰۹۷۴ اور ۴۱۸۶۴۶

رہائش۔ ۴۱۸۶۴۵

پروپرائیٹر:۔ میاں عظیم قادر اینڈ سنز

ربوہ اور بیرون ربوہ رہائشی پلاٹس۔ مکانات، زرعی زمین خریدنے کیلئے

اچھی کارکردگی کا حامل

آپ کا چھ سالہ پرانا اور بے لوث ادارہ

بلال اسٹیٹس رجسٹرڈ پراپرٹی ڈیلرز

فون نمبر ۵۰۸ کمیٹی مارکیٹ ربوہ فون گھر نمبر ۴۰۵

چمپا کریم

چہرے کی خوبصورتی

مشہور دواخانہ گوجرانوالہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴